OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

”امراؤجان ادا“کاجدید بیانیہ ”خواب سراب“

A modern version of the novel “Amrao Jan Ada”: “Khawb Sarab”

Dr. Hafiza Shehila Iqbal
Lecturer, Department of Urdu, The Women University, Multan.

Shabana Mansha
Research Scholar, Department of Urdu, The Women University, Multan.

Received on: 10-04-2024　　Accepted on: 16-05-2024

Abstract

The novels "Umrao Jaan Ada" by Mirza Hadi Ruswa and "Khwab-e-Saraab" by Anees Ashfaq delve deeply into the decline of Lucknavi culture. Ruswa's classic "Umrao Jaan Ada" is a vivid depiction of the social, moral, and cultural deterioration of the once-glorious Lucknow, symbolized through the life of a courtesan, Umrao Jaan. Born as an innocent girl named Amiran, her transformation into a courtesan reflects the broader collapse of societal values, driven by the extravagance and moral decay of the aristocratic classes. Ruswa masterfully weaves a narrative where characters from different strata, including nobles, courtesans, and commoners, showcase the various aspects of this decaying society. The novel portrays a Lucknow where the grandiosity of its cultural heritage is juxtaposed with the emptiness and downfall of its values.

Anees Ashfaq's "Khwab-e-Saraab" extends the narrative of "Umrao Jaan Ada," focusing on the search for the original manuscript of Ruswa's novel. The story explores the remnants of Lucknavi culture, human psychology, and the erosion of traditions. Through the lens of the past, Ashfaq revisits the era of Umrao Jaan, highlighting the complexities of identity and the profound impact of cultural loss. Characters like Sharmeela Khanum, representing three generations, play pivotal roles in uncovering new truths about Umrao Jaan's lineage, further expanding the narrative's scope. Ashfaq presents the notion that cultural heritage, despite changing times, leaves indelible marks on society. Both novels, rich in psychological depth and cultural commentary, offer a unique blend of fiction and historical truth, emphasizing the connection between personal lives and broader cultural shifts. These works stand as testaments to the power of storytelling in preserving and critiquing cultural legacies.

Keywords: Umrao Jaan Ada, Khwab Saraab, Mirza Hadi Ruswa, Anees Ashfaq, cultural legacies, fiction and historical truth

"مرزاہادی رسوا" کے ناول "امراؤ جان ادا" میں لکھنوی تہذیب کی زوال پذیری کو نہایت مہارت اور گہرائی سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول ایک عہد کی تصویر کشی کرتا ہے، جب لکھنؤ کی عظیم الشان تہذیب اپنے خستہ حالی کے آخری مراحل میں تھی۔ رسوا نے اس ناول میں نہ صرف شہزادوں اور نوابوں کی عیش پرستی اور بے جا فضول خرچیوں کو نمایاں کیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عام عوام پر پڑنے والے اثرات کو بھی دکھایا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب سلاطین اور اُمراء کی غیر ضروری سرگرمیوں نے معیشت کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا تھا، اور معاشرہ اپنی زوال

کی جانب بڑھ رہا تھا۔

ناول میں رسوا نے اس تہذیبی اور سماجی زوال کی تفصیلات کو ایک طوائف "امراؤ جان" کی زندگی کے ذریعے اُجاگر کیا ہے۔ امراؤ جان، جو اصل میں امیرن نامی ایک معصوم لڑکی تھی، وقت اور حالات کے ظلم کا شکار ہو کر ایک طوائف بن گئی۔ اس کے کردار کے ذریعے، رسوا نے لکھنؤ کے معاشرتی، اخلاقی، اور تہذیبی پہلوؤں کو عیاں کیا ہے۔ امراؤ جان اور اس کے قبیل کی دوسری عورتیں ایک وقت میں عزت دار خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں، لیکن زندگی کے نشیب و فراز اور حالات کی ناانصافی نے انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں سے واپسی ممکن نہ تھی۔

امراؤ جان ادا میں لکھنوی معاشرے کے مختلف پہلوؤں کو انتہائی باریکی سے بیان کیا گیا ہے، جہاں اعلیٰ طبقے کی بگڑتی ہوئی اخلاقی حالت، ان کی ظاہری شان و شوکت کے پیچھے چھپے خالی پن اور زوال پذیر تہذیب کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ رسوا نے اس وقت کی حقیقتوں کو ایک داستان کے قالب میں اس خوبصورتی سے پیش کیا کہ یہ ناول ماضی اور حال کی ایک اہم اور جامع دستاویز بن گیا ہے۔ یہ کہانی محض ایک طوائف کی نہیں، بلکہ ایک تہذیب کے زوال کا استعارہ ہے، جسے رسوا نے لکھنؤ کی گلیوں، محلوں، اور محفلوں کے ذریعے ہمارے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ ان کا مقصد نہ صرف اس سماجی بگاڑ کو دکھانا تھا بلکہ ایک پوری تہذیب کی بربادی کی داستان کو بیان کرنا بھی تھا۔ "امراؤ جان ادا" ایک تہذیبی، معاشرتی، اور اخلاقی زوال کی کہانی ہے، جو مرزا ہادی رسوا نے نہایت عمیق نظر اور فنی کمال کے ساتھ پیش کی ہے۔ وقار عظیم اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

"رسوا نے امراؤ جان ادا لکھ کر پہلی مرتبہ لکھنے والوں کو یہ سبق دیا کہ زندگی کے سیدھے سادے معمولی اور بظاہر غیر اہم مشاہدات کے پیچھے تہذیب معاشرت سیاست معیشت اخلاق اور بعض اوقات تاریخ کے حقائق شید داؤ پنہاں ہوتے ہیں" (1)

انیس اشفاق "کا ناول "خواب سراب" "رسوا "کے ناول "امراؤ جان ادا" کا تسلسل ہے۔ یہ ناول لکھنوی معاشرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس ناول میں مصنف "امراؤ جان ادا" ناول کے اصلی مسودے کی تلاش میں لکھنؤ کی گلیوں بازاروں میں نکلتا ہے۔ ناول کی کہانی اسی مسودے اور "امراؤ جان ادا" کی کھوج سے متعلق ہے۔ جس میں "امراؤ جان" کی اولاد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن اسے اصل ناول میں ذکر کرنے کے قابل نہیں گردانہ گیا۔ یہ ناول انسانی ذہن کی الجھنوں اور انسانی نفسیات جیسے مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ مٹی ہوئی اقدار اور روایات انسانی ذہن کو کس طرح متاثر کرتی ہیں اور انسان اپنے تہذیب اور کلچر کو بُھلا کر کس طرح خالی اور کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ ناول "خواب سراب "میں انیس اشفاق نے ماضی اور حال میں لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت کا نقشہ کھینچا ہے۔ ماضی کے قصے امراؤ جان کو اپنے حال میں پیش کرتے ہیں۔ "خواب سراب" میں مصنف "امراؤ جان" کی حقیقت کو بتانے کے لیے بے چین دکھائے دیتے ہیں۔ مصنف یہ جاننے کے لیے بے تاب ہے کہ اگر "امراؤ جان صاحب اولاد تھی۔ تو اس کی اولاد کہیں نہ کہیں لکھنؤ میں موجود ہو گی۔ بنیادی طور پر ناول خواب سراب کا موضوع لکھنوی تہذیب اور اس کی مختلف مظاہر ہیں جن کو افسانوی انداز میں بیان کیا گیا ہے "خواب سراب""" مرزا محمد ہادی رسوا" کے مشہور زمانہ ناول "امراجان ادا" کی توسیع ہے۔ اس ناول کا بیانیہ امراؤ جان ادا کے موجودہ متن پر تشکیل دیا گیا ہے۔ "انیس اشفاق" کے ذہن میں "امراؤ جان" میں پیش کیے گئے بیانیہ کا احوال پس منظر میں موجود تھا۔ نظام صدیقی "خواب سراب" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"انیس اشفاق کا تخلیق کردہ ناول خواب سراب مرزا محمد ہادی رسوا کے شہر آفاق کلاسیکی ناول امراؤ جان ادا کی رد تشکیل کر کے اس میں نئی اضافی سچائیوں نے کرداروں نے وقوع نئی کیفیتوں اور نئے معنی و مفاہیم کی نئی دریافت کرتا ہے "(2)

اردو ناولوں میں واحد متکلم اور واحد غائب دونوں طرح کے بیان کنندے کے تجربے کیے جا چکے ہیں۔ان میں راوی کے ذریعے بیانیہ کو تشکیل دینے کا رجحان غالب دیکھنے کو ملتا ہے۔اور واحد متکلم راوی کے زمرے میں چند ناول نظر آتے ہیں۔ان میں سب سے پہلا ناول ''امراؤ جان ادا'' ہے۔کہانی کو منظم متشکل کرناواحد متکلم کے ذریعے ایک مشکل کام ہے۔کیونکہ ہر مقام پر اس بات کا بے حد خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جو واحد متکلم راوی کی دسترس سے باہر ہو اور اس کی خصوصیات اور اس کی صفات کو مجروح کرتی ہے۔مرزا ہادی رسوا نے اپنے ناول "امراؤ جان ادا" میں انسانی نفسیات کی گہرائیوں کو شعور اور لاشعور کی روشنی میں اجاگر کیا ہے، اور لکھنؤ کی تہذیب کو طوائف کے کوٹھے کی علامت بنا کر پیش کیا۔یہ ایک منفرد تخلیقی فن پارہ ہے جو لکھنؤ کی تہذیبی اور معاشرتی زندگی کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ناول کا مرکزی کردار امراؤ جان ادا ہے، جو فیض آباد سے اغوا ہونے والی ایک لڑکی، امیرن، کی داستان ہے۔اس کی زندگی کے نشیب و فراز کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود لکھنؤ کی گلیوں میں گھوم رہا ہے۔

مرزا ہادی رسوا نے لکھنؤ کی تہذیب کو نہایت باریکی سے بیان کیا ہے، جہاں طوائف کا کوٹھا ایک اہم ثقافتی مرکز تھا۔امراؤ جان کے ساتھ ساتھ ناول کے دیگر کردار جیسے خانم، بسم اللہ، خورشید جان، گوہر مرزا، نواب سلطان، اور نواب چھبن، سب مل کر کہانی کو مزید گہرائی اور پیچیدگی عطا کرتے ہیں۔ہر کردار اپنی الگ شناخت اور حقیقت کے ساتھ اس طرح سمویا گیا ہے کہ ان کے وجود اور واقعات کی حقیقت پر قاری کو ذرا برابر بھی شک نہیں ہوتا۔

ناول کی تکنیک، پلاٹ، اور تہذیبی منظر کشی بے مثال ہیں۔رسوا نے واقعات کو اس طور پر پیش کیا ہے کہ قاری کو شروع سے آخر تک تجسس میں مبتلا رکھا گیا ہے۔لکھنؤ کی تہذیب، وہاں کے رسم و رواج، اور اس دور کی ادبی زندگی کی جھلکیاں اس قدر حقیقت پسندانہ اور خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہیں کہ قاری خود کو اس زمانے میں سانس لیتا محسوس کرتا ہے۔"امراؤ جان ادا" نہ صرف ایک طوائف کی زندگی کی کہانی ہے بلکہ یہ لکھنؤ کی تہذیبی عظمت اور معاشرتی حقیقتوں کی گہری تصویر کشی بھی ہے، جس میں مرزا ہادی رسوا نے اپنی فنی مہارت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔کرداروں کی اہمیت اور فنی انتظام کے بارے میں ظہیر انور یوں لکھتے ہیں:

"اس طویل تلاش میں ہم علی رضا اور سرتاج مرزا کے کرداروں سے متعارف ہوتے ہیں۔سردار بیگم، جہاں دار بیگم، حکیم صاحب، بوا سلیم، شہباہ، بینگاہ، شمیلہ خانہ اور سبیلہ جیسے کردار سے ملتے ہیں۔جو بڑی حد تک مکمل بھی ہیں اور بڑے اپنے محسن مکالموں سے ہمیں ان زمانوں میں پہنچا دیتے ہیں۔جن کے بغیر ہمارا آج ادھورا محسوس ہوتا ہے۔"(3)

"خواب سراب "کا اصل موضوع بھی گزشتہ زمانوں کی بازآفرینی اور موجودہ زمانے کی زبوں حالی سے ملتی ہے۔ناول پہلے سے موجود متن "امراؤ جان ادا" پر قائم ہوا۔یہ ایک ایسا الم آثار بیانیہ ہے جو پڑھنے والے کو بہت دیر تک اداس رکھتا ہے۔ایک طرف گزرے ہوئے زمانے کی

رونقوں کا دکھ اور ملال ہے۔ اور دوسری طرف موجودہ زمانے کی بے رونقی ہے۔ "خواب سراب" میں شمیلہ خانم رسوا کے "ناول امراو جان" کہ کچھ کرداروں کا ذکر کرتی ہے۔ جس سے لکھنؤ کے اس دور کی معاشرت کے کئی پہلو قاری کی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں جو اب ماضی کا حصہ بن چکے ہوتے ہیں۔

"ڈومنیوں کا شادی بیاہ میں گانا گانا۔ گھروں میں ان کے گانے کی مشق کرنا۔ نوابوں اور رئیسوں کا کوٹھوں پر جانا۔ نوابوں کا خوشی کے موقع پر محفلوں کا اہتمام۔۔۔۔۔اس تہذیب کا بیان ہے جو وقت کے ساتھ ختم ہو گئی۔ عبدالرحمن عشرہ محرم کے طویل بیان کا نچوڑ دو باتوں کو بتایا ہے۔ کہ اول تو مصنف نے لکھنؤ کے امام باڑوں اور ان کی تاریخ کو بیان کرنے کا حصہ بنایا ہے۔ اور دوم عزاداری کا بیان ہے۔"(4)

انیس اشفاق نے "امراؤ جان ادا" کہ تسلسل کے لیے ایک خیالی خاکہ تیار کیا ہے۔ خاکے میں مسودے کا بتایا گیا ہے۔ جو امراؤ جان کا اصل مسودہ ہے۔ "مرزا ہادی رسوا" نے اس مسودے کو ناول کی شکل اس لیے نہیں دی کہ اس مسودے میں امراؤ جان کو ماں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ کوٹھے پر جانے والے اور مجروں کو دیکھنے والوں کو ماں کی شکل میں کسی طوائف کو دیکھنا پسند نہ تھا اس لیے مرزا ہادی رسوا نے اس کو اپنے صندوق میں رکھ دیا تھا۔ ناول نگار کو جب اپنے بزرگوں سے اصل حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ

"اپنے بڑوں سے منتقل ہوتی ہوئی یہ بات جب میرے کانوں تک پہنچی اور میں اسے سنتے سنتے بڑا ہوا۔ تو دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ معلوم کروں کہ امراؤ جان کی اصل کہانی کیا ہے وہی ہے جس کا مسودہ رسوا نے الگ رکھ دیا تھا۔۔۔۔"(5)

شمیلہ خانم اور سبیلہ "خواب سراب" کے اہم کردار ہیں۔ ان دونوں کرداروں کی بدولت ناول کے نئے متن کی صورت گری ہوئی۔ شمیلہ خانم نے کھوئے ہوئے مسودے میں بیان کی ہوئی بہت سی باتوں کی تصدیق کی اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سی غلط اور مشروط باتوں کو بھی بیان کیا۔ یہی وہ کردار ہے جو تین نسلوں کا احاطہ کرتا ہے۔ مسودہ کی تشکیل میں راوی کے ذریعے تیار کیے ہوئے امراؤ جان کے نئے متن "خواب سراب" کے پرانے متن پر قائم اور مستحکم کرنے کا صحیح کام شمیلہ خانم نے ہی کیا ہے۔ مثال کے طور پر جہاں دار بیگم اسے بتاتی ہے کہ

"وہ جو ان کی کتاب میں نواب سلطان ہیں، وہ دراصل عمو جان (رسوا) ہی ہیں۔"(6)

یا پھر:

"مرزا رسوا نے اسے سید حسین کا پھاٹک لکھا ہے۔ جو غلط ہے اصل میں یہ حیدر حسین خان کا پھاٹک ہے جو انہوں نے سید حسین کے کڑے ہوئے بنوایا تھا۔"(7)

ناول کا زمانہ عرصہ تقریبا 38 سے 40 سال کا ہے جس میں مصنف کی عمر کا تعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ واقعات تسلسل میں کے ذریعے کی گئی ہے "یحیی تنہا" امراؤ جان کے موجودہ متن پر خواب سراب کی صورت میں نئے متن کی تشکیل کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔۔۔۔:

"ہم جانتے ہیں رسوا کا ناول امراؤ جان ادا تھا جس میں ادبی اور فنی خوبیوں کے علاوہ ایک قصہ ایک قصہ کی حیثیت سے غیر فانی شہرت حاصل کر

لی اور یہ بات اسے بھی ثابت ہوتی ہے کہ آج ڈیڑھ سو سال کے بعد انیس اشفاق جیسے بڑے ناول نگار نے اس متن پر ایک نئے متن کی تشکیل کی ہے" (8)

مصنف مسودے کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ وہ پرانی کتاب اور مخطوطوں کے تاجروں سے ملتا ہے۔ مختلف کتب خانوں میں جاتا ہے۔ عمر رسیدہ طوائفوں کے گھر جاتا ہے۔ بڑے بوڑھیوں کے دولت خانے پر جا کر ان سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ مسلسل دن رات کی تلاش کے اسی عمل میں رسوا کی ایک عزیز جہاں انہوں نے کچھ دن قیام کیا تھا اور بہت سی کتابیں اکٹھی کر رکھی تھی بالا خر ناول نگار کو امراؤ جان کا پہلا اور اصل مسودہ مل جاتا ہے۔ ناول امراؤ جان ادا کے مقابلے میں اس مسودے میں بہت سی جگہوں پر عبارتوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے اور مسودہ کے آخر میں امراؤ جان کی بیٹی شمیلہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مصنف نے بڑی مہارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امراؤ جان کا واقعہ سچا ہے اور اس ناول کو مرتب کرتے وقت جس قسم کی ترمیم کی گئی تھی اس کا اصل مسودہ بھی موجود ہے۔اقتباس کچھ اس طرح ہے :

"(کہانی امراؤ جان کی قصہ ایک شریف زادی کی طوائف بن جانے کا) میں یہ نہیں مرزا محمد ہادی رسوا اس ناول کے پڑھنے والے کے سامنے لکھنؤ کی ایک سچی اور اصلی کہانی پیش کر رہا ہوں یہ کہانی بڑے رئیس کی حویلی سے ایک کمسن بچی کے غائب ہو جانے اور کوٹ پر پہنچ کر ایک مشہور طوائف بن جانے کی ہے۔ صاحبو! میں اس کہا ہوتے اس کی لکھنے کا مقبول یہ بتانا ہے کہ ویڑیو اور محلوں کی تہذیب جگہیں بدل جانے کے باوجود اپنی شکلیں نہیں بدلتی اس کا مقصود یہ دکھانا بھی ہے کہ اصالت کے قامت پر شرافت کا جامع ہمیشہ قائم رہتا ہے غدر کے بعد لکھنؤ میں جو کچھ ہوا جس طرح ہوا کارین اس قصے میں پڑھے اور عبرت حاصل کریں۔"(9)

ان صفحات میں بیان کیے گئے واقعات کو ایک متن پر دوسرے متن کو تشکیل دینے کی اچھی مثال ہے۔ جن میں امراؤ جان اپنے حالات زندگی کی بیان کر رہی ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے تو بجا ہو گا کہ ناول کی متن کی تشکیل پہلے سے موجود متن کی بنیاد پر کی گئی ہے۔اس سے قصے کی معنویت تبدیل ہو جاتی ہے۔اور امراو جان کے علاوہ بھی اور بہت سی دوسری شرفاء عورتیں جو وقت بے وقت ظلم سہتی رہیں ان کی حیثیت سامنے آتی ہے۔ مسودہ تلاش کرنے کی مصنف کی مہم ختم نہیں ہوتی لیکن ایک دوسری مہم کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جس کا سبب پس نوشت تحریر کردہ امراؤ جان کا یہ جملہ ہے کہ :

"گاہے گاہے میری بیٹی شمیلہ کی خیریت لیتے رہیے گا۔ میں اسے ناچ گانے کے پیشے میں نہیں لانا چاہتی۔"(10)

انیس اشفاق نے اپنے ناولوں میں ہر طرح کے کردار کو پیش کیا ہے۔ان کے ہاں بالائی طبقے کے نو دولتی کردار بھی پائے جاتے ہیں، متوسط طبقے کے لوگ سفید پوش لوگوں کا بھرم رکھتے ہیں اور غریب لوگوں کی زندگی کے پیوند بھی ان کو صاف نظر آجاتے ہیں۔انیس اشفاق کے کردار کچھ ایسے ہی ہیں۔ جو نہایت مربوط اور مضبوط ہیں۔ ناول کے نامور کرداروں میں علی حیدر، جس کا راوی کی صورت میں تعارف کروایا ہے ۔امراؤ جان ادا، نواب سلطان، خانم، بوا حسینی، فیض علی، گوہر مرزا، بوا زینب، نادر آغا، سید محمد تقی، ماسٹر آفتاب، حکیم احمد اور جہاں آرا بیگم شامل ہیں۔انیس اشفاق نے خواب سراب میں مختلف جہتیں استعمال کی ہیں۔ جن میں ادیب کا لاشعور، اس کی حساسیت، تفکر، مشاہدہ، انسان

دوستی اور زندگی کے تجربات سب ناول کی تشکیل میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے ناول میں بھی ایک ادیب کی اپنی چھوٹی چھوٹی آرزوئیں سامنے آتی ہیں۔ کہیں انسان دوستی دامن گیر ہوتے نظر آتی ہے تو کہیں مشاہدے کی بھٹی میں تپا ہوا تفکر جگاتا ہے۔ یقیناً جب ادیب تکلیف میں مبتلا ہوتا ہوگا تو وہ کاغذ پر الفاظ کی صورت میں اپنا کرب انڈیلتا ہوگا۔ ایسے کردار تخلیق کرتا ہوگا جو اس کے لاشعور کی تسکین کر سکیں اس کی لاشعور کے اظہار کا ذریعہ بن سکیں۔

مرزا رسوا نے "امراؤ جان ادا" کے کردار اپنے معاشرے سے منتخب کیے ہیں۔ ان کے زیادہ تر کردار لکھنوی معاشرہ سے متعلق ہیں۔ ناول کے کرداروں میں طوائفوں کے علاوہ کوئی نواب ہے، کوئی مولوی، کوئی بدمعاش اور کوئی امیر زیادہ تر کردار عیش و عشرت کی تصویر ہیں اور رنڈیوں کے کوٹے پر جانے کے شوقین ہیں، اور اپنی اپنی جگہ معاشرے کی مختلف طبقات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ رسوا کے بعض کردار عمدہ تراشے ہوئے بُت ہیں۔ جن میں فنی تاثر تو موجود ہے مگر زندگی کا تحرک بہت ہی کم دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی امراؤ جان ادا کے کرداروں اور مرزا رسوا کی کردار نگاری کے متعلق لکھتے ہیں:

"لکھنوی زندگی کے ہر پہلو اور طبقے کے لوگ امراؤ جان ادا میں موجود ہیں اور ان میں ہر ایک ٹائپ کی کردار کی صورت میں بھی ہے اور اپنی انفرادیت بھی رکھتے ہیں یہ سمجھنا کہ امراؤ جان ادا لکھنوٴ کی پوری سوسائٹی کو سامنے لاتی ہے غلط ہوگا۔ رسوا نے اس سوسائٹی کا ایک مخصوص پہلو لیا اور اس سے وابستہ ہر قسم کے اور ہر طبقے کے انسانوں کو پیش کر دیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ پہلو اس زمانے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ زندگی شاندار اور خوبصورت ہے مگر بیکار اور مٹ جانے والی ہے۔ کس ناول کے کردار اس کے واقعات سے وابستہ ہیں۔ ان کی ترتیب بھی اسی تنوع، اتحاد اور آہنگ کا اثر رکھتی ہے جیسا کہ واقعات میں ہے رسوا اس سلسلے میں بھی اعلیٰ فنکار ٹھہرتے ہیں۔"(11)

رسوا کے ہاں انسانی نفسیات سے بخوبی اشنائی پائی جاتی ہے۔ رسوا نے لوگوں کے مختلف طبقات کے افکار جذبات کا کافی حد تک تجزیہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وہ لوگوں کا ذہن پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے کرداروں کو عوام کی ذہنیت کے مطابق پیش کیا اور ان کے کرداروں کو نفسیاتی الجھنوں کا سامنا ہے۔ اپنے کرداروں کو نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا کر کے ان کے علاج کا اشارہ بھی دیتے ہیں۔ مگر اصل میں انہوں نے محض تشخیص کا کام کیا ہے اور اپنے کرداروں کے ذہنی کشمکش کی محض یا نشاندہی کی ہے۔ بلاشبہ رسوا ناول نگار ہونے کے ساتھ ایک ماہر نفسیات بھی ہیں۔ رسوا نے "امراو جان ادا" میں اودھ کی مٹتی ہوئی تہذیب کی تصویر کشی کی ہے۔ زندگی کی بے عملی اور اقدار کی تبدیلی نے اس اعلی تہذیب یافتہ معاشرت کو زوال اور پستی کی طرف دھکیل دیا تھا۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں کا سامنا کرنے کی بجائے اہل لکھنوٴ نے فرار کی راہ اختیار کی اور رنڈیوں کے کوٹھے پر پناہ لینے کی کوشش کی۔ اس طرح کا کھوٹا تہذیبی مرکز کا مقام پا گیا۔ خورشید الاسلام لکھتے ہیں:

"امراؤ جان کا موضوع زوال ہے یہ زوال ایک خاص معاشرت کا ہے جو عہد کے چند شہروں میں محدود تھی رسوا اس معاشر کی تصویر دکھانا چاہتے تھے ان کے ذہن میں اس کا ایک تصور بھی تھا۔"(12)

ناول ''خواب سراب''میں مصنف نے ایک انوکھا ہی تجربہ کیا ہے۔ یہ ناول "امراو جان ادا" کی تخلیق کے تقریبا120 سال کے بعد تحریر کیا گیا۔ ناول "امراؤ جان" "خواب سراب" کی توسیع ہے۔ مرزاہادی رسوانے جہاں امراؤ جان ادا کے قصے کو چھوڑا تھا۔ مصنف انیس اشفاق نے ''خواب سراب'' میں کہانی کو وہیں سے آگے لکھا۔ مرزا رسوانے امراؤ جان ادا کے بارے میں خود یہ الفاظ کہے تھے کہ وہ لکھنؤ کی ایک سچی داستان پیش کر رہے ہیں جس میں ایک بچی کو اغوا سے لے کر آخر تک کے واقعات کو بہت عمدہ انداز سے پیش کیا ہے۔ ناول خواب سراب میں انیس اشفاق نے اس کہانی کو آگے بڑھایا ہے۔ جس میں لکھنؤ کی تہذیب کو نمایاں کر کے پیش کیا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ لکھنؤ کی تہذیب اب زوال شدہ ہے لیکن زوال اس کے کھنڈر میں بھی ابھی اس تہذیب کی جھلک کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ناول امراؤ جان میں مرزا ہادی رسوانے لکھنؤی معاشرت کی جھلک دکھائی ہے۔ اس میں مجرے، مشاعرے، کوٹھے اور راگ رنگ کی محفلیں سجی نظر آتی ہیں۔ جبکہ انیس اشفاق کے ہاں خواب سراب میں لکھنؤی معاشرت کی تصویر کشی کی گئی ہے اس میں یہ سب ایک یاد کے طور پر محفوظ ہے۔ جبکہ اس زمانے کی لکھنؤی معاشرت میں مذہب اور روحانیت کا رنگ بہت زیادہ نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ ''خواب سراب'' میں جگہ جگہ مجلسوں امام بارگاہوں، کربلاؤں، نوحوں اور مرثیوں کا ذکر ملتا ہے۔ مذہب اور مذہبی رجحانات کو لوگ ایک پناہ تصور کرتے ہوئے دن گزار رہے ہیں۔ اس طرح ناول ''امراؤ جان ادا'' میں لکھنؤی معاشرت کا پرستار ہے۔ جبکہ امراؤ جان کے بعد کی لکھنؤی معاشرت میں مایوسی اور اداسی کے علاوہ کچھ ہو جانے کا دکھ بھی دکھائی دیتا ہے:

" یہاں پہنچتے ہی مجھے ہنگا نظر آئی۔ آج کے دن نہ خود سلام کہتے ہیں نہ کسی کے سلام کا جواب دیا جاتا ہے اور نہ ایک کی خیریت معلوم کی جاتی ہے۔ میں نے ان کے قریب جا کر ان سے کہا آپ اکیلی؟ دوسری اس دنیا میں نہیں رہی۔۔۔ آپ جب کمو کو دیکھنے آئے تھے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا... نجم انسا کی نسل ختم ہو گئی۔۔۔ یہ کب؟ اپنی ماں کی موت کے بعد... ان کے مرنے کے دکھ نے انہیں بھی مار دیا.. "(13)

''خواب سراب'' امراؤ جان ادا کی توسیع ہے۔ ناول میں مصنف علی حیدر اس میں مسودے کی تلاش میں نکلتا ہے۔ مصنف کو اس بارے میں اپنے بزرگوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مرزاہادی رسوانے امراؤ جان کا ایک اور مسودہ بھی لکھا تھا۔ اس مسودے کی تلاش کے دوران وہ بہت سے کرداروں سے ملتا ہے اور بہت سے تہذیبی اور تاریخی مقامات پر بھی جاتا ہے۔ اس طرح ناول میں ہم مختلف شخصیات اور مقامات سے بھی اشنا ہوتے ہیں۔ یہ ناول دراصل لکھنؤی تہذیب کا افسانوی بیانیہ ہے۔ جس میں تہذیب کو مختلف مظاہر میں بیان کیا گیا ہے، ناول میں لکھنؤ کی زبوں حالی کو دکھایا گیا ہے، وہاں پر سانس لیتی ہوئی طوائفیں اپنے دکھ بتاتی ہیں کہ یہ شریف زادیاں کس طرح اور کتنے داموں میں یہاں پر آئی ہیں۔

ناول کا بیانیہ مرزاہادی رسوا کے ناول امراؤ جان ادا کے موجودہ متن پر تشکیل دیا گیا ہے یعنی انیس اشفاق کے ذہن میں امراؤ جان ادا کے ناول کا خاکہ پس منظر میں موجود ہے۔ ناول کے مرکزی کردار سبیلہ اور شمیلہ خانم ہیں۔ انیس اشفاق نے تاریخ اور تہذیب کو سامنے رکھ کر ناول لکھا ۔ جس میں لکھنؤی طرز تعمیر، لکھنؤی معاشرت کا انداز گفتگو، شادیوں میں گالیاں دینے کا اندا، زعماروں کی شان وشوکت اور مختلف پیشوں کے لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ، کھانے کا تذکرہ بخوبی شامل کیا ہے ۔ مصنف نے ناول کی منظر نگاری بہت خوبصورتی سے کی ہے۔

مکالمہ نگاری پر بھی خاص توجہ دی ہے۔ناول میں مختصر اور سادہ جملے ہیں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے مطابق مکالمے لکھے گئے۔ناول میں انگریزوں کی آمد اور بعد اور غدر سے پہلے اور بعد کے تمام مناظر کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

''خواب سراب'' مرزاہادی رسوا کے امراؤ جان ادا کا جدید بیانیہ پیش کرتا ہے، جس میں ماضی کی تہذیب اور حال کی بے رونقی کے درمیان ایک تضاد پایا جاتا ہے۔انیس اشفاق نے اس ناول میں رسوا کی کہانی کو آگے بڑھاتے ہوئے امراؤ جان کے اصل مسودے کی تلاش کا عمل دکھایا، جس سے نہ صرف کرداروں کی گہرائی میں اضافہ ہوا بلکہ لکھنؤ کی تہذیب کی پیچیدگیوں کو بھی اجاگر کیا گیا۔

یہ دونوں ناول ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ معاشرتی زوال صرف مادی اقدار کا کھو جانا نہیں بلکہ تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی قدروں کا مٹ جانا بھی ہے۔امراؤ جان ادا اور خواب سراب، دونوں ہی ناول پڑھنے والوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ تاریخ کو صرف یاد نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے عواقب کو سمجھ کر حال کے مسائل کو بھی بہتر طور پر حل کیا جا سکتا ہے۔مرزاہادی رسوا اور انیس اشفاق دونوں نے اپنے ناولوں میں انسانی نفسیات، تہذیبی زوال، اور سماجی ناانصافی کو مرکزی موضوع بنایا ہے، جس کے ذریعے ماضی کی روایات اور حال کی حقیقتوں کے درمیان ایک پُل قائم کیا گیا ہے۔مختصر یہ کہ انیس اشفاق نے ''خواب سراب'' کے ذریعے نہ صرف ''امراؤ جان ادا'' کو ایک نئی زندگی دی بلکہ اس میں شامل اضافی سچائیاں ہمیں بتاتی ہیں کہ لکھنوی تہذیب کے بکھرنے کی داستان ابھی مکمل نہیں ہوئی۔

حوالہ جات

1. وقار عظیم، سید، داستان سے افسانے تک، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، 1922ء
2. نظام صدیقی، خواب سراب، ایک فریب شکستہ ناول، مضمون، جے پور، 2018ء، ص9
3. ظہیر انور، خواب سراب، تہذیبی زوال کا المیہ آثار بیانیہ، مشمولہ: ادبیات، ص4
4. عبدالرحمٰن، خواب سراب، موجودہ متن پر تشکیل کردہ بیانیہ، مشمولہ، مکالمہ، ص132
5. مرزاہادی رسوا، امراؤ جان ادا، ص11
6. انیس اشفاق، خواب سراب، لکھنؤ: گل زمین پبلشرز، 2017، ص:48
7. ایضاً
8. یحییٰ تنہا، امراؤ جان ادا، مشمولہ: رسوا ایک مطالعہ مرتب، میمونہ انصاری میری لائبریری، لاہور، 1988ء، ص134
9. انیس اشفاق، خواب سراب، ص6
10. انیس اشفاق، خواب سراب، لکھنؤ: گل زمین پبلشرز، 2017ء، ص:190
11. محمد احسن فاروقی، اردو ناول کی تنقیدی تاریخ، ادارہ فروغ اردو لکھنؤ، اشاعت دوم، 1962ء، ص28
12. یحییٰ تنہا، امراؤ جان ادا، مشمولہ: رسوا ایک مطالعہ مرتب، میمونہ انصاری میری لائبریری، لاہور، 1988ء، ص202
13. انیس اشفاق، خواب سراب، ص45

References

1. Waqar azeem, syed, daastaa'n se afsaanay tak, Karachi, urdu academy Sindh , 1922 hamza.
2. Nizaam Siddiqui , khawab saraab, aik fraib shakista novel, mazmoon, Jaipur, 2018 hamza, Page 9.
3. Zahir anwar, khawab saraab, tehzibi zawaal ka alum assaar bayaniya, adbiyat, Page 4.
4. Abdul Rahman, khawab saraab, mojooda matan par tashkeel kardah bayaniya, Mashmola, mukalama, Page 132
5. Mirza haadi ruswa, umrao jaan ada, Page 11
6. Anees Ashfaq , khawab saraab, lkhno : Gul zameen publishers, 2017, Page: 48
7. Ayzan
8. Yahya tanha, umrao jaan ada, Mashmoola : Ruswa aik mutalea, muratab, Maimuna ansari meri library, Lahore , 1988 hamza, Page 134
9. Anees Ashfaq , khawab saraab, Page 6
10. Anees Ashfaq , khawab saraab, lkhno : Gul zameen publishers, 2017 hamza, Page 190
11. Muhammad Ahsen Farooqi , urdu novel ki tanqeedi tareekh, idaara farogh urdu lkhno, ashaat doum, 1962 hamza, Page 28
12. Yahya tanha, umrao jaan ada, Mashmoola : Ruswa aik mutalea, muratab, Maimuna ansari meri library, Lahore , 1988 hamza, Page 202
13. Anees Ashfaq , khawab saraab, Page 45